لبنان کی مسیحی آبادی اور پوپ جان پال دوم کا دورۂ لبنان

(۱)

لبنان مشرقِ وسطیٰ کا واحد ملک ہے جہاں آبادی میں نہ صرف مسیحی برادری کا قابلِ لحاظ عنصر موجود ہے، بلکہ تاریخی مدوجزر کے نتیجے میں اِسے مراعات یافتہ گروہ کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ مسیحی دُنیا الٰہیاتی نقطۂ نظر سے جن بڑے گروہوں میں بٹی ہوئی ہے، لبنان میں کم و بیش اِن سب کی نمائندگی موجود ہے، تاہم غالب اکثریت مارونی مسیحی برادری کی ہے۔ مارونی مسیحیوں کے ساتھ ساتھ دوسرے پانچ کیتھولک گروہ — ملکی (Melkite)، سریانی (Syriac)، ارمنی، قبطی اور کلدانی — ہیں۔ ارمنیوں کے استثناء کے ساتھ، جن کی بڑی تعداد پہلی عالمی جنگ کے بعد ترکی سے ترک سکونت کر کے یہاں آئی تھی، سب ہی مسیحی گروہ عربی زبان بولتے ہیں۔ ۱۹۹۵ء میں لبنان کے بشپوں کی مجلس (Synod) میں جس کی صدارت پوپ جان پال دوم نے کی تھی، اس تنوع کو کیتھولک چرچ کی ثروت مندی سے تعبیر کیا گیا تھا، تاہم ان گروہوں اور اِن کی قیادت سے اپیل کی گئی تھی کہ ان کے درمیان مقابلے کا رجحان نہ ہونا چاہیے۔

لبنان نے اپنی موجودہ جغرافیائی شناخت رواں صدی کے تیسرے عشرے میں حاصل کی، اس سے پہلے یہ خطّہ آج کے ہمسایہ ممالک کی طرح خلافتِ عثمانیہ کے ماتحت تھا، تاہم یہ خطہ اپنے محل وقوع، اپنی بندرگاہوں اور ریشم کی پیداوار کے سبب مدّت سے مغربی طاقتوں کی دلچسپی کا مرکز رہا ہے۔ ان غیر ملکی طاقتوں کی دلچسپیاں بنیادی طور پر اقتصادی اور سیاسی تھیں، مگر اپنے پنجے مضبوط کرنے کے لیے انہوں نے اپنے مقامی حلیف پیدا کر لیے تھے۔ لوئی چہار دہم (۱۶۳۸ء - ۱۷۱۵ء) کے زمانے میں فرانس نے مارونی کلیسیا سے جو قریبی روابط پیدا کیے تھے، نہ صرف اِن کے نتیجے میں مسلمان آبادی کے بالمقابل فرانس مارونی کلیسیا کا محافظ بن گیا تھا، بلکہ خطّے کی سیاست میں اِس کا اثرورسوخ بڑھتا ہی چلا گیا۔ خلافتِ عثمانیہ کے دور تنظیمات (۱۸۳۹ء - ۱۸۷۸ء) میں غیر ملکی اثرورسوخ میں مزید اضافہ ہوا۔ برطانیہ نے دروز برادری کے ذریعے اپنے مفادات کا تحفّظ کیا اور روس نے آرتھوڈکس چرچ کے ذریعے اپنی موجودگی پیدا کر لی۔

پہلی عالمی جنگ میں جب یہ خطّہ خلافتِ عثمانیہ کے ہاتھ سے نکل گیا، تو فرانس خطّے کی غالب

ترین قوت تھا۔ فرانس نے "جمعیت اقوام" کے دیے ہوئے انتداب (Mandate) کے تحت اس خطّے میں جدید سیاسی نظام متعارف کرایا اور مارونی مسیحی برادری سے اپنے قدیم تعلقات کے نتیجے میں اسے نمایاں تر حیثیّت دی۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران میں فرانس کی کمزور حیثیّت، بلکہ شکست و ہزیمت، نیز لبنان میں فرانس مخالف قوّتوں کی موجودگی نے آزادی کی لہر میں اضافہ کیا۔ ۱۹۴۳ء میں لبنانیوں نے ایک "قومی معاہدے" پر اتفاق کر لیا، یہ "قومی معاہدہ" حقیقتاً بعض مارونی اور بعض سنّی مسلمان رہنماؤں کے درمیان شراکت اقتدار اور لبنان کی آئندہ پالیسیوں کے بارے میں ایک غیر تحریری سمجھوتہ تھا۔ اس کے مطابق لبنان کو ایک آزاد اور خود مختار ریاست کی حیثیّت سے عرب دُنیا کے ساتھ قریبی روابط رکھنے تھے، مارونی مسیحی برادری پابند تھی کہ اپنے تحفّظ کے لیے کسی مغربی طاقت کی طرف نہ دیکھے گی اور مسلمان کسی قریبی عرب ریاست کے ساتھ اتحاد و انضمام کے لیے کوشاں نہ ہوں گے، بلکہ دونوں لبنان کی آزاد اور خود مختار حیثیّت کے لیے شانہ بہ شانہ کھڑے ہوں گے۔

"قومی معاہدہ" (۱۹۴۳ء) کے مطابق حکومتی مناصب روایتی سیاسی اثر و رسوخ اور آبادی کے تناسب سے مسیحیوں اور مسلمانوں میں تقسیم کیے گئے۔ ۱۹۳۲ء کی مردم شماری کے مطابق مارونی برادری کو اگرچہ اکثریت حاصل نہ تھی، تاہم یہ سب سے بڑی برادری تھی۔ مارونی مسیحیوں کے بعد آبادی کے تناسب سے بالترتیب سنّی مسلمان، شیعہ مسلمان، آرتھوڈکس، دروز اور کیتھولک مسیحی گروہ قوّت کے مالک تھے۔ شراکت اقتدار کی اِس تجویز کے تحت مارونی مسیحیوں نے صدارت اور مسلّح افواج کے کمانڈر انچیف کے عہدے حاصل کیے۔ وزیر اعظم کا عہدہ سُنّی مسلمانوں کو ملا اور پارلیمنٹ کے سپیکر کا منصب شیعہ مسلمانوں کے لیے مختص کیا گیا۔ دوسرے نسبتاً کم اہمیت کے حامل حکومتی مناصب اِسی طرح آبادی کے لحاظ سے تقسیم کیے گئے۔

وزیر اعظم کی کابینہ میں چھ نمایاں "فرقوں" کی نمائندگی ہوتی تھی، اور پارلیمنٹ کی نشستیں اس طرح تقسیم کی گئیں کہ ہر چھ مسیحی نشستوں کے بالمقابل مسلمانوں (سُنی اور شیعہ) کو پانچ نشستیں حاصل تھیں۔ پارلیمنٹ کے ارکان کی تعداد ۱۱ کے حاصل ضرب سے متعین ہوتی تھی۔ فوج اور بیورو کریسی میں مسیحی آبادی کو تاریخی اعتبار سے غالب حیثیّت حاصل تھی۔ مثال کے طور پر فرانسیسی انتداب (۱۹۲۲ء-۱۹۴۳ء) میں مارونی برادری سیاسی طور پر فعّال تھی اور حکومتی مناصب زیادہ تر اُن کے ہاتھ میں تھے، جب کہ مسلمانوں نے فرانسیسیوں کی مزاحمت کی اور حکومتی مناصب سے بالعموم دور رہے۔

۱۹۴۳ء کے بعد آبادی میں ہونے والے ردّو بدل کے نتیجے میں لبنان کی حکومت بحران کا شکار ہو گئی۔ مسلمان آبادی میں مسیحی آبادی کی نسبت بہت زیادہ اضافہ ہوا، اولاً مسلمانوں اور بالخصوص شیعہ مسلمانوں کی شرح افزائش آبادی زیادہ رہی، ثانیاً مراعات یافتہ اور مغربی اقدار کے مطابق تعلیم یافتہ مسیحی آبادی میں بیرون ملک جانے کا رجحان بہت زیادہ تھا۔ ترکِ سکونت کرنے والے نہ صرف مغربی دُنیا

میں اپنا مستقبل زیادہ محفوظ تصوّر کرتے تھے، بلکہ اُنہیں مسلم اکثریت کے ساتھ سماجی طور پر جو "دُوری" رکھنا پڑتی تھی، مغربی دنیا میں اُن کے لیے مذہباً ایسی کوئی دقّت نہ تھی۔ ۱۹۴۸ء میں فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام سے جن لاکھوں مسلمانوں کو وطن بدر ہونا پڑا، ان کی ایک بڑی تعداد کو لبنان اور دوسرے عرب ملکوں میں منتشر ہونا پڑا۔ ۱۹۷۵ء میں لبنان کی ۲۸ لاکھ آبادی میں ۱۴ فیصد فلسطینی تھے۔ جن کی اکثریت سنی مسلمانوں پر مشتمل تھی، اگرچہ معمولی تعداد میں مسیحی بھی ان میں شامل تھے۔

آبادی میں تغیر و تبدّل اور ترقی پذیر لبنان کے سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت میں غیر منصفانہ تقسیم دولت نے غیر مراعات یافتہ اور غریب مذہبی طبقوں میں احساس پیدا کیا کہ ۱۹۴۳ء کا "قومی معاہدہ" اب از کار رفتہ ہے۔ از سرِ نو مردم شماری ہونا چاہیے اور اس کے بعد حکومتی مناصب تقسیم ہونے چاہییں، مگر نئی مردم شماری کی تجویز مراعات یافتہ مارونی مسیحیوں کے لیے قابل قبول نہ تھی، اور نہ ہے۔ اس بنیادی سبب کے ساتھ عرب - اسرائیل تنازعہ، فلسطینیوں کی لبنان میں آباد کاری اور لبنان کے مختلف گروہوں کے درمیان بڑھتی ہوئی نفرت نے ۱۹۷۵ء میں خانہ جنگی کو جنم دیا جو سولہ سال بعد ۱۹۹۰ء میں ختم ہوئی۔ اس خانہ جنگی کے دوران میں ظلم و ستم اور سفّاکی کے اذیّت ناک واقعات سامنے آئے۔ مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان ہی کشمکش نہ تھی، بلکہ مسلمانوں کے اندر سنی - شیعہ کشمکش نے جنم لیا اور ایک موقع پر شیعہ آبادی داخلی طور پر منقسم ہوئی اور باہم دست بہ گریباں ہو گئی۔ خانہ جنگی میں محتاط اندازے کے مطابق کوئی ایک لاکھ افراد ہلاک ہوئے، ہزاروں معذور ہوئے اور سینکڑوں خاندان گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے، جن کی بڑی تعداد تا حال کس مپرسی کے عالم میں ہے۔

۱۹۹۰ء میں معاہدہ امن اور "اتحاد وطنی" کی حکومت کے قیام سے مارونی مسیحیوں اور سُنی مسلمانوں میں شراکتِ اقتدار کے بنیادی فارمولے میں تو کوئی تبدیلی نہ آئی (نومبر ۱۹۸۹ء سے مارونی مسیحیوں کے نمائندہ جناب الیاس ہراوی صدر اور سنی مسلمان رفیق حریری وزیر اعظم چلے آ رہے ہیں۔)، البتہ پارلیمنٹ کی نشستوں میں مسیحیوں اور مسلمانوں میں ۶ اور ۵ کی نسبت بدل کر دونوں مذاہب کو برابر نمائندگی دے دی گئی ہے۔ خانہ جنگی کے خاتمے کے بعد رفیق حریری کی حکومت جسے سعودی عرب اور شام، کی تائید و حمایت حاصل ہے، نے اقتصادی مشکلات حل کرنے پر توجہ مرکوز کر رکھی ہے۔ خانہ جنگی سے تباہ شدہ معیشت میں بتدریج بہتری آئی ہے، تاہم اب بھی ۲۵ فیصد آبادی بے روزگار ہے اور باہر، بالخصوص شام، سے آنے والے "مہمان کارکنوں" کے نتیجے میں اس میں کوئی کمی نہیں آ رہی۔ دفاتر میں کرپشن پریشان کن حد تک زیادہ ہے۔ دسمبر ۱۹۹۲ء میں وزیر اعظم نے اٹھارہ سو سرکاری افسران کو ملازمت سے سبکدوش کر دیا تھا جو کوئی کام کیے بغیر تنخواہیں اور بھتے وصول کر رہے تھے۔ اسرائیل نے مسلّمہ اخلاقی اور قانونی ضوابط کے خلاف اب بھی جنوبی لبنان کا ایک حصّہ اس لیے دبا رکھا ہے کہ وہ اسے

اپنے دفاع و تحفظ کے لیے ضروری خیال کرتا ہے۔ اِس طرح آئے دن حزب اللہ اور فلسطینیوں کی آبادی اور اُن کے مراکز پر اسرائیل حملے کرتا رہتا ہے۔ وادی بقاع میں شام کے تیس ہزار سپاہی خانہ جنگی کے زمانے سے بدستور موجود ہیں۔

(۲)

لبنان کی مسیحی آبادی کو ویٹی کن کی نظروں میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ پوپ جان پال دوم نے ایک موقع پر اِسے مشرقِ وسطیٰ میں کیتھولک کلیسیا کی موجودگی کے حوالے سے بنیادی کردار کی حامل قرار دیا ہے۔ پوپ جان پال دوم نے گزشتہ ۱۵ برسوں میں سات بار لبنان کے دورے کا پروگرام بنایا، مگر ہر بار حفاظتی انتظامات کے عدم اطمینان پر دورہ ملتوی کر دیا۔ آخری بار ۱۹۹۵ء میں اُن کے دورے کی تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں کہ بیروت سے باہر ایک چرچ میں بم دھماکوں نے ویٹی کن حکّام کو ایک بار پھر دورہ ملتوی کرنے پر مجبور کر دیا۔ بالآخر ۱۰ - ۱۱ مئی ۱۹۹۷ء کے دو دنوں کے ۳۱ گھنٹے پوپ نے لبنان میں گزار کر اپنے دیرینہ ارادے کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ ۱۹۶۴ء کے بعد ویٹی کن کے کسی سربراہ کا مشرقِ وسطیٰ کا یہ پہلا دورہ ہے اور خود پوپ جان پال دوم نے بھی پہلی بار مشرقِ وسطیٰ کی زمین پر اِس دورے میں قدم رکھا ہے۔

پوپ کا بیروت آنے پر والہانہ استقبال کیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی استقبالی ہجوم نے ویٹی کن اور لبنان کی جھنڈیاں لہرا کر پوپ کو خوش آمدید کہا، تاہم ایک دو جگہ مشتعل مسیحی نوجوانوں نے سمیر جعجع اور جنرل مائیکل عون کے حق میں نعرے بھی لگائے ہیں۔ سمیر جعجع قتل کے تین مختلف مقدمات میں عمر قید کی سزا کاٹ رہا ہے اور ۱۹۸۷ء میں قتل ہونے والے وزیر اعظم رشید کرامے کے مقدمۂ قتل میں ماخوذ ہے۔ سابق فوجی حکومت کے سربراہ جنرل مائیکل عون فرانس میں خود ساختہ جلاوطنی کے دن گزار رہے ہیں۔ سخت حفاظتی انتظامات اور ملک کے روبہ اصلاح حالات کے تحت استقبالی جلوس کے دوران میں یا بعد ازاں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ اخبارات کے مطابق خانہ جنگی کے خاتمے کے بعد پہلی بار حفاظتی انتظامات کے لیے فوجی قوّت حرکت میں آئی تھی۔ ٹینکوں اور ہیلی کاپٹروں کے ساتھ کوئی ۲۳ ہزار فوجی اِن انتظامات میں شریک تھے۔

پوپ کی آمد پر چند "ناراض" اور "متشدّد" مسیحیوں کے علاوہ کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ "حزب اللہ" کے رہنما محمد حسین فضل اللہ نے کہا کہ پوپ کی آمد سے لبنان کے مسائل تو حل نہ ہوں گے، البتہ مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان حالات بہتر بنانے میں مدد ملے گی۔

اپنے دورے کے پہلے روز پوپ جان پال دوم کو اُس وقت حیرت آمیز مسرّت سے دوچار ہونا پڑا جب صدارتی محل میں صدر مملکت الیاس ہراوی اور اُن کی اہلیہ نے پوپ کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے

ہوئے ۱۸ مئی کے بجائے ۱۰ مئی کو اُن کی سالگرہ منا ڈالی۔

۱۱ مئی کو پوپ نے سمندر کے کنارے کھلی جگہ ماس کی تقریب میں شرکت کی۔ حاضرین کی تعداد دو اڑھائی لاکھ کے لگ بھگ تھی، اور متعدّد مسلمان رہنماؤں کو خصوصی دعوت ناموں کے ذریعے مدعو کیا گیا تھا۔ پوپ نے لبنان میں غیر ملکی فوجوں کی موجودگی اور مذہبی انتہا پسندی کو ملک کے دو بڑے مسائل قرار دیا۔ اُنہوں نے جنوبی لبنان کی شدید ابتلاء کا بھی ذکر کیا جِس سے اُسے بوجوہ گزرنا پڑ رہا ہے۔

پوپ کے دورۂ لبنان کے موقع پر ۳۲ صفحات پر مشتمل ایک "پاپائی نصیحت" (Apostalic Exhortation) بھی جاری کی گئی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ میں [یعنی پوپ] آج کی گھمبیر مشکلات یعنی جنوبی لبنان پر پُر خطر قبضے، ملک کی اقتصادی صورتِ حال اور لبنان کی سرزمین پر غیر ملکی فوجوں کی موجودگی سے آگاہ ہوں۔" "پاپائی نصیحت" میں "لبنان کے لیے ایک نئی اُمید" دکھائی گئی ہے اور "مشرقِ وسطیٰ میں پائدار اور منصفانہ امن کے لیے اپیل کی گئی ہے جس میں سب کی خواہشات اور حقوق کا احترام موجود ہو۔"

"پاپائی نصیحت" لبنان کے کیتھولک بشپوں کی اُس "مجلس" کے فیصلوں پر مبنی ہے جو پوپ کی صدارت میں ۱۹۹۵ء میں منعقد ہوئی تھی۔ مارونی برادری موجودہ حکومت سے اس لیے زیادہ خوش نہیں کہ یہ شام کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھے ہوئے ہے اور لبنان سے شامی فوجوں کے انخلاء کے لیے زیادہ پُرجوش نہیں، نیز سیاسی فیصلوں میں، مارونی برادری کا خیال ہے کہ مارونی صدر سے وزیر اعظم کہیں زیادہ مضبوط ہو گئے ہیں۔ لبنان سے "غیر ملکی فوجوں کے انخلاء" کا اشارہ واضح طور پر شام کی جانب ہے، تاہم توازن کے لیے جنوبی لبنان کے ایک حصّے پر اسرائیلی قبضے کی بھی مخالفت کی گئی ہے۔ اسرائیل نے اس لبنانی علاقے پر اپنے اِس دعوے کے ساتھ قبضہ کر رکھا ہے کہ یہ اُس کے تحفّظ و سلامتی کے لیے ضروری ہے۔

پوپ نے دو روزہ دورے میں مسلمانوں اور مسیحیوں سے اپیل کی ہے کہ وہ مصالحت و امن کے لیے باہم مل جل کر کام کریں۔ وہ‌ٹی کن کے سیاسی مشوروں سے قطع نظر لبنان سے غیر ملکی فوجوں کے انخلاء کا مسئلہ بڑی حد تک اسرائیل - شام تعلقات سے منسلک ہے۔ جب تک اسرائیل واقعی امن کے لیے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتا اور فلسطینی مسلمانوں کو واقعی حاکمانہ اختیار حاصل نہیں ہو جاتے، لبنان کے مسائل بھی فلسطینی آبادی اور شام کے مسائل کی طرح حل ہوتے نظر نہیں آتے۔ مسائل کے حل کا انحصار اسرائیل کے رویّے اور اِس کے مظالم اور ہٹ دھرمی سے چشم پوشی کرنے والی طاقتوں کے منصفانہ اقدام پر ہے۔